اکیسویں صدی اور نمائندہ خواتین ناول نگار۔

مضمون نگار______________________________________مشتاق احمد

ادب کی دنیا میں اس تمیز کو بروئے کار لانا کہ کون سا فن پارہ کس کا تخلیق کردہ ہے شاید ناانصافی کے زمرے میں آئے گا، کیونکہ قدرت نے سوچنے،سمجھنے اور مسائل کے حل کی قوت بلا تفریق اپنی مخلوق کو عطا کی ہے چاہے وہ مرد ہو یاعورت اور اسی بنیاد پر یہ کہنا مناسب ہو گا کہ ادب کو صنفی تفریق سے دور ہی رکھا جائے تو بہتر ہے۔لیکن کبھی کبھار موضوع کی حساسیت یا طوالت کے پیش نظر ایسی تقسیم نا گزیر ہو جاتی ہے کہ کسی ایک مختصر مقالے میں موضوع کا صرف ایک ہی پہلو نمایاں کرنے کی گنجائش میسر ہوتی ہے۔اسی غرض کے مدِنظر ہم اس مقالے میں اپنی بات کو صرف اکیسویں صدی میں تخلیق ہونے والے ناول میں خواتین کی حصے داری تک محدود رکھیں گے۔

ادب میں مخصوص وقت کا تعین یا اس کی تقسیم کسی مکینکی نقطہ نظر کے تحت ناممکن ہے ، جیسا کہ تاریخ میں یہ کام نہایت آسان ہے۔ ادب میں بعض علمی ضرورتوں اور آسانیوں کی خاطر ایسا کرنا ناگزیر ہوجاتا ہے اورہم ادوار کا تعین کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔اکیسویں صدی کے گزشتہ تئیس سالوں کا محاکمہ کیا جائے تو ناول کی تخلیق کے حوالے سے ایسے بے شمار نام ہمارے سامنے آئیں گے جن میں بیشتر نے بیسویں صدی کی آخری دو دہاۓؤں میں لکھنا شروع کیا اور یہ سلسلہ اکیسویں صدی میں بھی جاری رہا۔ ان میں عبدالصمد،غضنفر،حسین الحق،مشرف عالم ذوقی،سید محمد اشرف،شموئل احمدشفق سوپوری وغیرہ مرد ناول نگاروں کے نام شامل ہیں ۔ خواتین ناول نگاروں کی صف میں ترنم ریاض،صادقہ نواب سحر،شائستہ فاخری،ثروت خان، ساجدہ زیدی ،نسترن احسن فتیخی،رینو بہل،سفینہ بیگم وغیرکے نام لئے جا سکتے ہیں۔جیسا کی جگ ظاہر ہے کہ ہر دور کے اپنے مخصوص مسائل اور تقاضے رہے ہیںاور اُس دور کا تخلیق کار بھی اُن ہی مسائل کو پیش کرتا اور اِن مسائل کا حل ڈھونڈتا ہوا نظر آتا ہے۔ بیسویں صدی کی بات کی جائے تو اس کے مسائل میں دو عالمی جنگیں، انقلاب روس، ہندوستان کی آزادی اور وطن عزیز کی تقسیم(ہندوستان)اور اس تقسیم کے بطن سے پھوٹنے والے نا خوشگوار واقعات اور نہ جانے کیا کچھ۔اُس دور کا تخلیق کار بھی اپنی تخلیقات میں اِن ہی اُلجھے ہوئے اور پیچیدہ مسائل کو پیش کرتا ہو انظر آتا ہے۔

موجودہ صدی کے تقاضے تھوڑے مختلف ہیں اور ہم اس دور میں ایک نئے آشوب سے دو چار ہو رہے ہیں۔بیسویں صدی کی آخری دہائی میں جن مصائب کا سامنا کرتے ہوئے ہم اکیسویں صدی کا استقبال کرتے ہیں اُن مینبین الاقوامی مسائل میں سرد جنگ کا خاتمہ ،سویت روس کا بکھرنااور دیوار برلن کے ٹوٹنے کے علاوہ بے شمارواقعات نے انسان اور انسانیت دونوں کو گھیر رکھا ہے۔ قومی مسائل جو ہندوستان کی سر زمین پر رونما ہوئے،اُن میں نفرت کی سیاست ، سماجی سطح پر تبدیلیاں، مذہبی انتشار،سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں خاطر خواہ کامیابی اور اِس کے نتیجے میں کچھ مضر اثرات کے علاوہ دیگر بے شمار معاملات ہیں۔ اس بحث اور تمحید کا مقصد صرف اتنا ہے کہ مجموعی طور پر اردو ناول ان تمام معاملات اور مشکلات کو پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے اور نہایت ہی کامیابی کے ساتھ،لیکن خواتین ناول نگاروں کے یہاں کس قسم کے موضوعات کو اور مسائل کی پیشکش کی گئی ہے ان تمام معاملات کا سرسری جائزہ لیا جائے گا۔

ترنم ریاض :۔اکیسویں صدی میں خواتین ناول نگاروں کے حوالے سے پہلا نام ترنم ریاض کا آتا ہے۔اُردو ادب میں ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ تانیثی ادب اور نسائی آوازوں میں موصوفہ اپنی منفرد پہچان رکھتی ہیںاور ہم عصر خواتین افسانہ نگاروں کی صف میں بھی اہمیت کا درجہ رکھتی ہیں۔مختلف ادبی اصناف میں طبع آزمائی کرچکی ہیں۔ ان کی تصانیف میں ناول”مورتی“ ” فریبِ خطہ گل“،”برف آشنا پرندے“ اوران کے افسانوی مجموعوں میں” ابابیلینلوٹ ائیں گی“”یمبرزل“”میرا رختِ سفرِ“ اور شعری مجموعوں میں ” پرانی کتابوں کی خوشبو“”بھادونکے چاند تلے“(ماہیے)وغیرہ شامل ہیں۔تنقیدی کتب میں بیسویں صدی میں خواتین کا اردو ادب“” اُردو میں تانیثی ادب اور مشرقی تہذیب“ اہم ہیں۔اِن تمام تخلیقات کے علاوہ اور بھی متعدد تخلیقات ان کے قلم کی روانی کی بدولت قارئین تک پہنچ کر دادِ تحسین وصول چکی ہیں۔ترنم ریاض نے اپنی کہانیوں میں کشمیری تہذیب و معاشرت کو بڑے بہترین اور دلفریب انداز میں پیش کیا ہے۔ان کے اسلوب میں احتجاجی انداز بھی خاصے کا درجہ رکھتا ہے۔

اکیسویں صدی کے حوالے سے اِن کے تین ناول ” مورتی“”فریبِ خطہ گل“اور ” برف آشنا پرندے“ اہمیت کے حامل ہیں۔انہوں نے اپنی دیگر تخلیقات کے ساتھ ساتھ اپنے ناولوں مینبھی کشمیر کی تہذیب، ثقافت اور رہن سہن کو بڑی خوش

اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔اِن کے ناولوں میں شفقت، رحم دلی، ایثار، انسانیت اور احسان کا جذبہ جھلکتا ہے۔اس جذبے کی زندہ مثال " برف آشنا پرندے" کی شیبا ہے جو پروفیسر دانش کی تیمارداری بغیر کسی لالچ کے صرف انسانیت کی خاطر کرتی ہے اور اس درجہ تک کہ اپنی ذاتی زندگی کی پرواہ بھی نہیں کرتی۔اِس کے ساتھ ہی ساتھ اس ناول میں رشتوں سے روگردانی،ایک دوسرے کے تئیں غلط فہمی، خاندانوں کی آپسی رسہ کشی اور جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کرنا وغیرہ، غرض کہ یہ 544 صفحات کا ناول بے شمار موضوعات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، جو عصر حاضر کے خاص اور سلگتے ہوئے موضوعات ہیں۔ دورِ حاضر کا انسان کلی یا جُزوی طور پر اِن حالات سے دو چار ہونے کے ساتھ ساتھ اِن معاملات میں اُلجھا ہوا بھی ہے۔ترنم ریاض کا ناول " مورتی" ملیحہ نامی کردار کی زندگی اور اِس سے منسلک دوسرے رشتوں کی عکاسی کرتا ہے۔ معاشرے کا جبر اور ذاتی انانیت کہیں نہ کہیں ایک فن کار سے اُس کافن چھین لیتا ہے اور فن کار ہ پاگل پن کی نہج تک پہنچ جاتی ہے۔الغرض ترنم ریاض نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ حیاتِ انسانی کا مطالعہ کیا اور اِس کو اپنی تخلیقات کے ذریعے منظرِ عام پر لایا۔

شائستہ فاخری:۔اکیسویں صدی کی خواتین قلم کاروں میں شائستہ فاخری کا نام کافی اہمیت کا حامل ہے اور خاص کر اُردو ناول کے حوالے سے۔شاعر اور مترجم کے حوالے سے بھی ان کی پہچان کافی مستحکم ہے۔ان کا جنم دینی اور مذہبی گھرانے میں ہواجہاں دینی تہذیب و تمدن کا بول بالا تھا۔خواتین کی فکر اتنی آزاد نہیں تھی اور ان کا گھر کی چار دیواری سے باہر قدم رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔خانقاہی سلسلے سے تعلق ہونے کی وجہ سے مظلوم اور بے سہارہ عورتیں اپنا دُکھ اور درد اِن کے بڑوں کے سامنے بیان کرتی تھیںاور شاید یہی سبب ہے کہ اِن خواتین کے تئیں چھوٹی سی عُمر میںشائستہ فاخری کے دلِ میں ان عورتوں کے تئیں محبت اور ہمدردی کا جذبہ بھر گیا۔آہستہ آہستہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ درد جذبات کی صورت اختیا رکرتا گیا اور بالآخر یہ درد لفظوں کی پوشاک اوڑھ کرشائستہ کے قلم سے ہوتا ہوا عام قاری تک پہنچ گیا۔

اکیسویں صدی کے حوالے سے اِن کے دونوں ناول " نادیدہ بہاروں کے نشان"(2013)اور" صدائے عندلیب بر شاخِ شب "اہم ہیں ۔ یہ دونوں ناول سماجی طرز کے ناول ہیں جن میں عورت کی بے بسی ، مرد کی انانیت اور ٹوٹتے بکھرتے رشتوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اِس ناول کے متعلق شہاب ظفر اعظمی یوں رقم طراز ہیں۔

> "شائستہ فاخری کا پہلا ناول" نادیدہ بہاروں کے نشان"کتابی صورت میں شائع ہونے سے پہلے ہی مقبول ہو چکا تھا۔اس میں بھی عورت کی مظلومیت اور بے بسی کو ہی موضوع بنایا گیا ہے جو مرد کی خود غرضی ، انانیت اور بے دردی کا نتیجہ ہے۔ مصنفہ نے اِس نازک مسئلے) حلالہ) کو بڑی بے باکی اور سچائی کے ساتھ اِس ناول میں برتا ہے۔ یہ ناول نہ صرف عورت کی ناقدری ، مظلومی اور اِس کے جذبہ ایثار کو پیش کرتا ہے بلکہ مردوں کو اِن کے جابرانہ رویے کے تعلق سے دعوت احتساب بھی دیتا ہے"

)اکیسویں صدی میں اردو ناول |ڈاکٹر نعیم انیس۔ص۔ 106(

شائستہ فاخری کا دوسرا ناول " صدائے عندلیب بر شاخِ شب"ہے۔دونوں ناولوں کی اشاعت کے درمیان مختصر سا وقفہ ہے لیکن اپنی پیشکش کے اعتبار سے یعنی روانی اور سلاست،زبان و بیان،مکالمہ ، تجسس کے معاملے میں دونوں ناولوں مینواضع فرق ہے۔مصنفہ کی ہر تخلیق میں عورت کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس ناول میں بھی وہ اپنی اُس روش پر قائم ہیں۔ناول کی پوری کہانی ایک امیر اور عزت دار خاندان کے وسیلے سے اپنے ارد گرد کے ماحول اور اِس ماحول میں بسنے والے افراد کی زندگی کو پیش کرتی ہے۔اس معاشرے یا سوسائٹی میں اعلیٰ اقدار کے لوگ بھی موجود ہیں جو معاشرے کی نظر میں صاحب عزت بھی ہیں اور صاحب ثروت بھی۔ عزت و حرمت کا بھرم بھی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ درمیانہ یا متوسط طبقہ اورجھگی جھونپڑیوں میں رہنے افراد ناول کے منظر نامے پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ امیر گھرانوں میں کام کرنے والی معصوم اور نوعمرلڑکیوں کا بوڑھے درندوں کے ہاتھوں استحصال، زمانے کے ہاتھوں مجبور ہو کر کوٹھے کی زینت یا جسموں کا سودا کرنے والی لڑکیوں کا تذکرہ بھی اس ناول میں کیا گیا ہے۔ناول کا بنیادی موضوع میاں بیوی کے درمیان اٹوٹ اعتماد کی ڈھوری ہے جو اِس رشتے کو جوڑے رکھتی ہے۔شائستہ فاخری نے اپنے اس ناول میں سماج میں ناسور بنتے جا رہے موضوع پر قلم اُٹھایا ہے اورناول میں اول تا آخر ایک مشاق ناول نگار کی طرح کہانی کے تجسس کو بر قرار رکھا ہے۔مجموعی طور پر یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شائستہ

فاخری جس دُکھ اور درد کو سنتے سنتے بڑی ہوئی تھی ،اُس کو لفظوں کا جا مہ پہنا کر خواتین کے مسائل کو عوام کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب نظر آتی ہیں ۔

صادقہ نواب سحر :۔

فکشن یا افسانوی ادب کی اس کہکشاں میں صادقہ نواب سحر کا نام بھی سرِ فہرست ہے اوروہ اپنے معاصرین میںایک ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ان کی شخصیت ہمہ جہت، جواناور زندہ دل ہونے کے ساتھ ساتھ مرتب اور متوازن بھی ہے۔صادقہ نواب سحر عہدِ حاضر کی ایسی فکشن نگار ہیں جو اپنے ارد گرد کے مسائل کو بڑی شدت اور سختی کے ساتھ اپنے محسوسات پر محسوس کرتی ہیں اور اس کو اپنے منفرد اسلوب اور انداز میں تخلیقی پیکر عطا کر کے قاری تک پہنچاتی ہیں۔سماج اور معاشرے کی اصلاح ان کا اولین مقصد ہے، جس کا مظاہرہ اِنہوں نے اپنی ہر تصنیف میں کیا ہے اُس کا تعلق چاہے ادب کی کسی بھی صنف سے کیوں نہ ہو۔فکشن کے حوالے سے ان کی تخلیقات میں تین ناول اور دو افسانوی مجموعے شامل ہیں ۔" کہانی کوئی سناؤ متاشا"،" جس دِن سے" اور " راجدیو کی امرائی" ان کے ناولوں کے نام ہیں۔ افسانوی مجموعوں میں " خلش بے نام سی" اور پیچ ندی کا مچھیرا" شامل ہیں۔صادقہ نواب سحر نے ہندی ادب میں بھی اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیناور دونوں زبانوں پر یکسر مہارت رکھتی ہیں۔اکیسویں صدی کے حوالے سے ان کا ناول " کہانی کوئی سناؤ متاشا" پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ صادقہ نواب سحر کا 2019ءمیں شائع ہونے والے ناول" راجدیو کی امرائی "کو 2023ءمیں ساہتیہ اکادمی انعام سے سرفراز کیا گیاجو مصنفہ کے لئے بڑے فخر اور اعزاز کی بات ہے۔صادقہ نواب سحر کے اس ناول کو سوانحی طرز کے ناولوں کی صف میں بھی رکھا جا سکتا ہے ۔

صادقہ نواب سحر نے سماج کا گہرا مطالعہ کیا ہے جس کا ثبوت اُن کی تخلیقات بدرجہ اُتم فراہم کرتی ہیں۔ظاہر سی بات ہے کہ ایک عورت ہی دوسری عورت کا دُکھ ،درد اور برداشت کی قوت کو سمجھ سکتی ہے اور مصنفہ نے سماج کے اسی پہلو کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔صادقہ نواب سحر کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں کے لئے خام مواد اپنے ارد گرد کے ماحول سے لیتی ہیں اور اس مواد کو بڑی چابکدستی سے چھانٹ کر سماج کی دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھتی ہیں۔مصنفہ کا پہلا ناول" کہانی کوئی سناؤ متاشا" سماج کے د رمیانہ طبقہ کی ایک ایسی عورت کی زندگی کے نشیب و فراز کو بڑی ہمدردی اور لگن کے ساتھ بیان کرتا ہے جو سماج کی بنائی گئی فرسودہ رسومات اور اس کے جبر کا شکار ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار مِتاشاہے جو اپنے اندر نسوانی غمگساری کے ساتھ ساتھ زندگی میں پیش آنے والی سختیوں اور تلخیوں سے نبردآزما ہونے کا حوصلہ رکھتی ہے۔یہ کردار اپنی اوائل عمر سے لے کر زندگی کے آخری ایام تک اپنے اور پرایوں سے یکسر ہمدردی کا سلوک کرتی ہے، چاہے بدلے میں اس کو بے رُخی اور اذیتوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔اس کا مزاج ہر وقت اُس کو صلہ رحمی کی ہدایت کرتا ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر حوصلہ نہ ہارنے کی تلقین کرتا ہے۔

سکے کے دو پہلوؤں ہوتے ہیں اس کا عملی ثبوت سحر نے اپنے تازہ ترین ناول " راجدیو کی امرائی " میں پیش کیا ہے۔اپنے پہلے ناول میں عورت کو مجبور محض اور صبر کی دیوی ظاہر کیا ہے ، وہیں پر اپنے دوسرے ناول میں اونتکا نامی کردار کو پیش کر کے سماج کا دوسرا رُخ بھی پیش کیا ہے۔راجدیو اپنی زندگی میں محنت اور مشقت کے سہارے اپنے اہل خانہ کے لئے ہر ممکن سہولیت فراہم کرتا ہے۔ اس کردار راجدیو کی زندگی میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے،جب کسی کو اس کی ضرورت نہیں اور اس کی بیوی اور بچے اس کردار کو گھر سے بے دخل کرنے کے ساتھ ساتھ عدالتوں کے چکر بھی لگواتے ہیں۔ اس کی بیوی اونتکا پچیس ہزار روپیہ ماہانہ بھتہ کا دعویٰ کرتی ہے۔ مصنفہ کا تیسرا ناول"جس دِن سے" بھی ایک ایسے خاندان کی داستان ہے جو تقریباً پندرہ سالوں تک سکون کی زندگی بسر کرنے کے بعد بکھراؤ کا شکار ہو تا ہے۔ماں باپ کی بے راہ روی اور ان کے آپسی جھگڑے اولاد کی زندگی کو اجیرن بنا دیتے ہیں۔ان ناولوں کے مختصر جائزے کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ صادقہ نواب سحر نے سماج کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کرکے اس میں پنپ رہی تمام بُرائیوں کو اپنی تخلیقات میں پیش کیا ہے۔

فکشن کی دنیا میں ثروت خان کا نام اُن کے ناول "اندھیرا پگ" کی بدولت ہمیشہ زندہ اور جاوید رہے گا۔ ان کا یہ ناول علاقائی ناولوں کی صف میں رکھا جاتا ہے ، کیونکہ ناول کا پس منظر ایک مخصوص علاقے یعنی راجھستان کے ایک علاقے بیکانیر کا ہے۔دراصل یہ ناول ایک بیوہ کی داستان غم ہے ، جو کہ اُ س کے اختیا ر سے بالاتر ہے۔کنور نامی ایک نوجوان بیوہ کو تنگ اور تاریک کوٹھڑی میں قید کر دیا جاتا ہے اور اس کی تمام حرکات و سکنات پر کڑی نگرانی رکھی جاتی ہے۔ لعن طعن کے لا متناہی سلسلوں کے بیچ ایک دن اماوس کی خوفناک رات میں اس کنور نامی بیوہ کو اس کے مائیکے پہنچا دیا جاتا ہے تاکہ اس منحوس اور بدبخت عورت کے سائے سے دوسرے لوگ محفوظ رہ سکیں۔یہ ناول نہ صرف ایک بیوہ کی داستانِ غم ہے بلکہ مرد

اساس معاشرے کو بھی انصاف کی کٹہرے میں کھڑا کرتا ہے اور ان سماجی رویوں کو بھی اجاگر کرتا ہے ،جو ایک بے گناہ کو اتنے بڑے گناہ کا مرتکب سمجھ کر سزا دیتا ہے، جس پر اُس کا کوئی اختیار نہیں۔

نوجوان قلم کاروں میں سفینہ بیگم کا نام بڑا اہم ہے۔ان کا جنم 1989ءمیں ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں ہوا۔ علی گڑھ سے اپنی پی ایچ ڈی کی تعلم مکمل کی اور ناول کی تنقید ان کا خصوصی میدان ہے۔ اس کے علاوہ فکشن نگاری بھی ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ان کا پہلا ناول” خلش“ ت————————————————————————————
ئیس سال کی عمر میں 2014ءمیں منظر عام پر آیا۔اس ناول کی کہانی بھی دوسری خواتین ناول نگاروں کی طرح ایک عورت کے گرد ہی گھومتی ہے ۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں مرد ناول نگار اس میدان کو اپنے تجربات کے سہارے وسعت بخشنے کا کارہائے انجام دے رہے ہیں وہیں پر خواتین ناول نگار اپنی جیسی ہزاروں بلکہ لاکھوں خواتین کا درد خودپر محسوس کر تے ہوئے،اس کو لفظوں کا جامہ پہنا کر سماج اور سماج کے ٹھکیداروں اور اس مرد اساس معاشرے کو آئینہ دکھا رہی ہیں۔ بھلے ہی ان کے موضوعات میں قومی اور بین الاقوامی مسائل کی گونج نہ سہی لیکن اپنے ارد گرد کے ماحول پر ان کی گہری نظر ہے۔

Mushtaq Ahmed

In the world of literature, applying this distinction as to who created which work of art would perhaps be considered unfair, because nature has endowed its creation with the power to think, understand, and solve problems without distinction, whether male or female, and on this basis, it would be appropriate to say that it is better if literature is kept away from gender discrimination. But sometimes, due to the sensitivity or length of the subject, such a division becomes unavoidable that only one aspect of the subject can be highlighted in a short article. With this in mind, in this article, we will limit our discussion to the participation of women in novels created in the twenty-first century.

Determining a specific time in literature or dividing it is impossible from a mechanical point of view, as this task is very easy in history. In literature, due to certain scientific needs and conveniences, it becomes inevitable to do so and we are forced to determine periods. If we examine the last twenty-three years of the twenty-first century, we will come across countless names regarding the creation of the novel, most of whom started writing in the last two decades of the twentieth century and this trend continued in the twenty-first century as well. These include the names of male novelists such as Abdul Samad, Ghazanfar, Hussainul Haq, Musharraf Alam Zauqi, Syed Muhammad Ashraf, Shamuel Ahmed Shafaq Sopoori, etc. Among the ranks of female novelists, the names of Tarnum Riaz, Sadiqa Nawab Sahar, Shaista Fakhri, Tharwat Khan, Sajida Zaidi, Nastaran Ahsan Fatekhi, Reno Bahl, Safina Begum, etc. can be mentioned. As is obvious, every era has its own specific problems and requirements, and the creators of that era also appear to present the same problems and find solutions to these problems. If we talk about the twentieth century, its problems include two world wars, the Russian Revolution, the independence of India and the partition of the beloved homeland (India) and the unpleasant events that erupted from the womb of this partition and who knows what else. The creators of that era also appear to present the same confused and complex problems in their creations.

The demands of the present century are a little different and we are facing a new turmoil in this era. Among the miseries that we face in the last decade of the twentieth century as we welcome the twenty-first century, in addition to the international issues, the end of the Cold War, the disintegration of the Soviet Union and the fall of the Berlin Wall, numerous events have surrounded both man and humanity. The national issues that have taken place on the soil of India include the politics of hatred, changes at the social level, religious unrest, considerable success in the field of science and technology and some of its harmful effects, and in addition to numerous other issues. The purpose of this discussion and introduction is only that the Urdu novel as a whole seems to present all these issues and difficulties and with great success, but the kind of topics and problems that have been presented here by women novelists will be briefly examined.

Tarnam Riaz: Tarnam Riaz is the first name to come up with the list of female novelists in the 21st century. Her name needs no introduction in Urdu literature. She has a unique identity in feminist literature and female voices and is also important among contemporary female fiction writers. She has experimented in various literary genres. Her works include the novels "Murti", "Farib-e-Khatta-Gul", "Barf-e-Ashna Parande" and her collections of short stories "Ababeelin Lotay Ain Gee", "Yambarzal", "Mera Rakht-e-Safar" and poetry collections "Old Booklets Ki Khushboo", "Bhadonke Chand Talay"

(Mahiye) etc. Among the critical books, "Women's Urdu Literature in the Twentieth Century", "Feminine Literature in Urdu and Oriental Civilization" are important. Apart from all these works, many other works have reached the readers and received appreciation due to the fluency of her pen. Tarnam Riaz has presented Kashmiri culture and society in her stories in a very excellent and captivating way. The protest style also has a special place in her style.

His three novels, “Murti”, “Farib-e-Khatta Gul” and “Barf Ashna Parande” are of great importance in the 21st century. Along with his other works, he has presented the civilization, culture and way of life of Kashmir in his novels with great grace. His novels reflect the spirit of compassion, mercy, sacrifice, humanity and benevolence. A living example of this spirit is Sheba from “Barf Ashna Parande”, who takes care of Professor Danish without any greed only for the sake of humanity and to the extent that she does not even care about her own personal life. Along with this, this novel also deals with turning away from relationships, misunderstanding towards each other, family disputes and angry seizure of property, etc. In short, this 544-page novel encompasses numerous topics, which are special and burning topics of the present era. Modern man is not only completely or partially aware of these conditions, but also entangled in them. Tarnam Riaz's novel "Murti" reflects the life of a character named Maleeha and other relationships associated with her. The oppression of society and personal selfishness sometimes snatches away the art of an artist and the artist reaches the point of madness. In short, Tarnam Riaz studied human life with great seriousness and brought it to the fore through her creations.

Shaista Fakhri: Among the female writers of the 21st century, Shaista Fakhri's name is of great importance, especially in the context of the Urdu novel. Her recognition as a poet and translator is also quite strong. She was born into a religious and religious family where religious culture and civilization prevailed. Women's thoughts were not so free and it was considered wrong for them to step outside the four walls of the house. Due to her affiliation with the Khanqah order, oppressed and helpless women used to express their sorrow and pain in front of their elders, and perhaps this is the reason why Shaista Fakhri's heart was filled with love and sympathy for these women at a young age. Gradually, as she grew older, this pain took the form of emotions and finally, this pain took the form of words and reached the common reader through Shaista's pen.

His two novels, “Nadidha Baharon Ke Nishan” (2013) and “Sadae Andleeb Bur Shakh-e-Shab” (Voices of the Night on the Branch) are important in the context of the 21st century. Both of these novels are social novels that deal with the helplessness of women, the selfishness of men, and the fracturing of relationships. Shahab Zafar Azmi describes this novel as follows:

Shaista Fakhri's first novel, "Signs of Unseen Springs," to be published in book form: It had already become popular before. It also made the oppression and helplessness of women the subject of its content.

It is the result of men's selfishness, egotism, and cruelty. The author has addressed this delicate issue.

(Halala) is treated with great boldness and truth in this novel. This novel is not only about the woman

It presents the indifference, oppression, and self-sacrifice of women, but also their oppressive behavior towards men.

" The invitation also gives accountability regarding

(Urdu Novels in the 21st Century | Dr. Naeem Anis, p. 106)

Shaista Fakhri's second novel is "Sada-e-Andalib Bur Shakh-e-Shab". There is a short gap between the publication of the two novels, but there is a clear difference between the two novels in terms of their presentation, i.e., fluency and smoothness, language and expression, dialogue, and curiosity. In every work of the author, a woman has been central, and in this novel too, she adheres to that approach. The entire story of the novel presents the environment around her and the lives of the people living in this environment through the lens of a rich and respectable family. In this society, there are also people of high values who are both respected and wealthy in the eyes of society. There is also an illusion of respect and dignity. At the same time, the middle or middle class and people living in slums can be seen in the scenario of the novel. The exploitation of innocent and teenage girls working in rich families by old men, the girls forced by the times to become brothel decorations or selling their bodies, is also mentioned in this novel. The main theme of the novel is the unbreakable trust between husband and wife that binds this relationship. In this novel, Shaista Fakhri has written on the subject of the growing malaise in society and has maintained the curiosity of the story from beginning to end like a struggling novelist. Overall, it seems fair to say that Shaista Fakhri has succeeded in presenting the problems of women to the public by putting the pain and suffering she grew up hearing into words.

Sadiqa Nawab Sahar:

In this galaxy of fiction or fictional literature, the name of Sadiqa Nawab Sahar is also at the top of the list and she holds a distinguished position among her contemporaries. Her personality is versatile, youthful and lively, as well as composed and balanced. Sadiqa Nawab Sahar is a contemporary fiction writer who feels the problems around her with great intensity and severity and conveys them to the reader by giving them a creative form in her unique style and manner. The reform of society and society is her primary goal, which she has demonstrated in each of her works, regardless of their genre of literature. Her works in terms of fiction include three novels and two collections of fiction. "Kahani Koi Sana O Matasha", "Jis Din Se" and "Rajdev Ki Amrai" are the names of her novels. The fictional collections include “Khalsh Be Naam Si” and “Pech Nadi Ka Machheera”. Sadiqa Nawab Sahar has also shown the essence of her pen in Hindi literature and is fluent in both languages. Her novel “Kahani Koi Sana Ao Matasha” regarding the 21st century was viewed with favor. Sadiqa Nawab Sahar’s novel “Rajdev Ki Amrai”, published in 2019, was awarded the Sahitya Akademi Award in 2023, which is a matter of great pride and honor for the author. This novel by Sadiqa Nawab Sahar can also be placed in the ranks of biographical novels.

Sadiqa Nawab Sahar has studied society in depth, which is amply proven by her works. It is obvious that only a woman can understand the pain, suffering and endurance of another woman, and the author has tried to describe this aspect of society. Sadiqa Nawab Sahar's brilliance is that she takes raw material for her writings from her surroundings and, sorting this material with great agility, puts her hand on the

aching vein of society. The author's first novel, "Kahani Koi Sana O Matasha", describes with great compassion and dedication the ups and downs of the life of a middle-class woman who is a victim of the outdated customs and oppression created by society. The main character of this novel is Mitasa, who has the courage to deal with the hardships and bitterness that occur in life along with the feminine sadness within her. From her early age to the last days of her life, this character treats herself and others with complete compassion, even if she has to face indifference and suffering in return. Her temperament always directs her to be kind to her family and advises her not to lose heart at every turn of life.

The fact that there are two sides to a coin is a practical proof that Sahar has presented in her latest novel “Rajdev Ki Amrai”. In her first novel, she has shown women as a mere force and a goddess of patience, while in her second novel, she has presented the other side of society by presenting a character named Avantaka. Rajdev provides all possible facilities for his family through hard work and hardship. There comes a point in the life of this character Rajdev, when no one needs him and his wife and children evict this character from the house and also make him go through the courts. His wife Avantaka claims a monthly allowance of twenty-five thousand rupees. The author's third novel, "From That Day," is also the story of a family that falls apart after living a peaceful life for about fifteen years. The misbehavior of the parents and their quarrels make the lives of the children unbearable. After a brief review of these novels, we are right to say that Sadiqa Nawab Sahar has studied society in depth and presented all the evils flourishing in it in her works.

In the world of fiction, Sarwat Khan's name will always be alive and immortal thanks to his novel "Andhira Pugh". This novel of his is kept in the ranks of regional novels, because the background of the novel is a specific area, namely Bikaner, a region of Rajasthan. In fact, this novel is a story of grief of a widow, which is beyond her control. A young widow named Kanwar is imprisoned in a narrow and dark cell and her every move and stay is strictly monitored. Amidst endless series of curses, one day in the terrible night of Amavas, this widow named Kanwar is taken to her mother so that other people can be safe from the shadow of this unfortunate and unfortunate woman. This novel is not only a story of grief of a widow, but also puts the male-dominated society in the dock of justice and also highlights those social attitudes, which punish an innocent person by considering him guilty of such a big sin, over which he has no control.

Safina Begum's name is very important among young writers. She was born in 1989 in Delhi, the capital of India. She completed her PhD from Aligarh and novel criticism is her special field. Apart from this, fiction writing is also her favorite hobby. Her first novel "Khalsh" was published in 2014 at the age of thirty- three. The story of this novel also revolves around a woman, like other female novelists.

Overall, it can be said that while male novelists are expanding this field with the help of their experiences, female novelists, feeling the pain of thousands, if not millions, of women like themselves, are putting it into words and holding a mirror up to society, its contractors, and this male-dominated society. Even though their topics may not resonate with national and international issues, they have a keen eye on the environment around them.